اختلاف رائے کے آداب

پاکستانی معاشرے میں مثبت اور تعمیری اختلاف رائے کی ضرورت واہمیت : تجزیاتی مطالعہ

ڈاکٹر حافظ محمد مشتاق*

ڈاکٹر سیدہ سعدیہ**

ABSTRACT

In Islamic Fiqh, the freedom to have a different opinion is based on strong arguments that are backed by knowledge-based research. Difference of opinion is a natural phenomenon because Allah Almighty has bestowed man with the faculties of contemplation, research and inquisitiveness. A Scholar carefully observes his surroundings and then analysis it. Finally, he reaches a conclusion and then forms an opinion after this contemplation. This is called a point of view. There are many religious issues that have not been conclusively decided by the quran and sunnah. Instead, these have been left at the discretion of scholars and jurists. This means that Holy Quran and Sunnah not only give the freedom to have difference of opinion on some matters of law, but also encourage jurists to undertake such research. This is cannot be denied that freedom of speech naturally gives rise to difference of opinion Even the Prophet's companions held different opinions on many religious matters. This tradition of having different points of view on the same issue was also continued by jurists and scholars in later ages, as well as in the contemporary age. However, it is important to remember that all such different points of view

* اسسٹنٹ پروفیسر، گورنمنٹ ڈگری کالج، ایمن آباد گوجرانوالہ

** اسسٹنٹ پروفیسر، سیالکوٹ کالج فار ویمن یونیورسٹی

must always be based on religious research and valid arguments. Along with having difference of opinion, all jurists always adhered to a strict code of ethics that are based on mutual respect. So it is necessary that the jurists of the contemporary world that they should always have a broad-minded view while having difference of opinion. They should always stay away from self-interest and prejudices and adhere to the ethics of mutual respect.

Keywords: مسترد، جبلت، فہم وفراست، شعور، ادراک، زاویہ، فطری، اجتہادی، جستجو

شریعت اسلامیہ اختلاف رائے کو مسترد نہیں کرتی البتہ منفی سوچ کے حامل اختلافات کو رد کرتی ہے۔ اختلاف رائے کرنا انسانی جبلت میں شامل ہے، کیونکہ انسان فطری طور پر عقل ودانش، فہم وفراست، شعور وادراک، علم وفن اور تحقیق وجستجو کے لحاظ سے ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ تغیر زماں ومکاں اور حالات واقعات بھی انسانی فیصلے پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ علم کی وسعت، تحقیق کا انداز، سوچ کا زاویہ اور میسر علمی ذرائع بھی اختلاف رائے کا سبب بنتے ہیں۔

دین اسلام اپنے ماننے والوں کو نہ صرف مثبت اور تعمیری اختلاف رائے کی اجازت دیتا ہے، بلکہ ایسی آراء کا اظہار کرنے والوں کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے. گویا ہر شخص کا ایک نظریہ اور اعتقاد ہوتا ہے جس کو "رائے" کا نام دیا جاتا ہے۔ اس رائے کے اظہار کرنے والے کو اہل الرائے کہتے ہیں اور اہل الرائے سے مشورہ طلب کرنا اور اس پر عمل کرنا نبی اکرم ﷺ کا حکم ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ سے پوچھا گیا کہ حزم کیا ہے, تو آپ ﷺ نے فرمایا"‌:تَسْتَشِيرُ الرَّجُلَ ذَا الرَّأْيِ ثُمَّ تَمْضِي إِلَى مَا أَمَرَكَ بِهِ [1]" اہل رائے سے مشورہ طلب کرو پھر اس کے مطابق چلو جس کا وہ تجھے حکم دے۔ گویا شریعت اسلامیہ نے اظہار رائے سے منع نہیں کیا بلکہ قران وسنت کی روشنی میں اجتہادی رائے کے اظہار کرنے والے کے لیے اجر وثواب کی نوید سنائی ہے۔

ائمہ کے نزدیک اختلاف رائے کی بہت اہمیت ہے: امام مالک کہتے ہیں:

1۔ القرشی ،ابو محمد عبدالله، الجامع في الحديث لابن وهب، (رياض: دار ابن الجوزي ،1416 ھ)، ج:1، ص:398،رقم: 287

"لَا تَجُوزُ الْفُتْيَا إِلَّا لِمَنْ عَلِمَ مَا اخْتَلَفَ النَّاسُ فِيهِ، [1]"

"کسی مفتی کے لیے جائز نہیں کہ وہ لوگوں کے درمیان پائے جانے والے اختلاف کو جانے بغیر فتویٰ دے۔"

اہل علم کے درمیان اختلاف رائے کا شرعی جواز

قرآن وسنت میں بہت سے مسائل ہیں جن کے متعلق اہل علم و مجتہدین کی آراء کو حتمی فیصلے میں شامل کیا گیا ہے جس سے اظہار رائے کی اہمیت اجاگر ہوتی ہے۔ وہ فروعی مسائل جن میں اجتہادی رائے کے اظہار کی باقاعدہ اجازت دی گئی ہے ان کی تعداد تو زیادہ ہے مگر بطور دلیل ایک مثال قرآن سے اور ایک حدیث سے پیش کی جاتی ہے۔ قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ﴾ [2]

"اور تم جہاں سے بھی (سفر پر) نکلو اپنا چہرہ (نماز کے وقت) مسجد حرام کی طرف پھیر لو۔"

اس آیت پر تبصرہ کرتے ہوئے امام شافعی کہتے ہیں:

"پس (یہ) علم اس پر محیط ہو گا کہ جو شخص مسجد حرام کی طرف رخ کرنا چاہتا ہے اور اس کا گھر مسجد حرام سے دور ہو وہ اجتہادی دلائل سے بیت اللہ کی طرف متوجہ ہو، کیونکہ وہ اس کی طرف متوجہ ہونے کا مکلف بنایا گیا ہے۔ لیکن وہ شخص نہیں جانتا کہ مسجد حرام کی طرف رخ کرنے میں صحیح فیصلہ کر رہا ہے یا غلطی کر رہا ہے۔ البتہ وہ بعض دلائل کو دیکھتا ہے جو قبلہ کی معرفت میں معاون و مددگار ثابت ہوتے ہیں، اس دو مختلف آدمیوں کے درمیان قبلہ کی سمت کو معلوم کرنے میں اختلاف بھی ہو سکتا ہے۔ [3]

نبی اکرم ﷺ نے اجتہادی رائے کے ذریعے مسائل کا حل پیش کرنے والے کو نہ صرف پسند فرمایا بلکہ مجتہد کے لیے دعا بھی فرمائی۔ جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو استفسار فرمایا: لوگوں کے درمیان فیصلے کیسے کرو گے؟ انہوں نے کہا: میں کتاب اللہ کی روشنی

1۔ شاطبی، ابراہیم بن موسی بن محمد اللخمی، الموافقات، دار ابن عفان، 1997ء، ج:5: ص122

2۔ البقرہ 2:149

3۔ شافعی، ابو عبد اللہ محمد بن ادریس المکی۔ الرسالہ۔ مصر: مکتبۃ الحلبی، 1940ء۔ ص:486

میں (فیصلے کروں گا)، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اگر اللہ کی کتاب میں (کسی مسئلہ کا حل) نہ پاؤ تو؟ عرض کیا سنت رسول ﷺ کی روشنی میں (مسئلہ کا حل تلاش کروں گا)، پھر آقا علیہ السلام نے فرمایا: اگر سنت رسول ﷺ میں بھی (کسی مسئلہ کا حل) نہ ملا تو حضرت معاذ بن جبل نے عرض کیا:" أَجْتَهِدُ رَأْيِي" یعنی اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا (اس پر نبی اکرم ﷺ) نے فرمایا: اللہ کا شکر ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کے قاصد کو (اس کام کی) توفیق دی۔[1]

اہل علم مجتہدین کا علمی تحقیقی بنیادوں پر ایک دوسرے سے اختلاف کرنا امت کے لیے باعث برکت و رحمت ہے۔ اختلاف رائے فقط انہی مسائل میں ہو سکتا ہے جن کے متعلق شریعت اسلامیہ میں اجازت اور گنجائش دی گئی ہے۔ جو مسائل حتمی اور قطعی ہیں ان میں کسی قسم کے اختلاف کی اجازت ہی نہیں۔

اختلاف رائے کے آداب اور صحابہ کرام کا طرز عمل

صحابہ کرام نے براہ راست نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ سے تعلیم و تربیت حاصل کی اور دین کو اس کی اصل روح کے مطابق سمجھا مگر اس کے باوجود بھی ان کے درمیان کئی مسائل میں اختلاف رائے پایا جاتا تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں "اختلاف رائے" دین سے محبت، حفظ مراتب، خلوص نیت اور مضبوط موقف کی بنیاد پر ہوتا تھا، اس عمل میں کمزور مؤقف والا اپنی اصلاح پر دوسرے کا شکریہ ادا کرتا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ان اختلافی آراء پر تبصرہ کرتے ہوئے امام شاطبی کہتے ہیں:

> "صحابہ کرام میں بھی انہی باتوں میں اختلاف ہوا جن کے بارے میں انہیں اپنی رائے سے اجتہاد کرنے کی اجازت تھی۔ جن مسائل کے بارے میں نص قطعی میں کوئی صراحت نہ ملے، ان مسائل میں کتاب و سنت سے استنباط کیا جائے۔ وجوہات اور استنباط کے مختلف ہونے سے ان کے اقوال و آراء بھی مختلف ہو گئے۔ وہ اپنے اختلاف میں مدح و ستائش کے حقدار ہیں کہ جس بات میں انہیں اجتہاد کا حکم دیا گیا تھا ان ہی کے متعلق انہوں نے حکم کی تعمیل کی۔"[2]

حضرت ابن عباس روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

1۔ ترمذی، محمد بن عیسی ، ابو عیسی ۔ سنن الترمذي، بَابُ مَا جَاءَ فِي القَاضِي كَيْفَ يَقْضِي، بیروت: دار الغرب الإسلامي - ج:3،ص:9،رقم الحديث: 1327

2۔ شاطبی ،الموافقات ، ج:4،ص:184

اختلاف أصحابي لكم رحمة. [1]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک دوسرے سے اجتہادی اختلاف رائے رکھنے کے باوجود ہمیشہ پیار ومحبت اور ادب واحترام کو ملحوظ رکھتے۔ انہوں نے بعد والوں کے لیے راہ ہموار کر دی کہ اہل علم مضبوط و مستحکم دلائل کی بنیاد پر ایک دوسرے سے اختلاف رائے سکتے ہیں مگر اختلاف رائے کے آداب کا ضرور خیال رکھیں۔ مانعین زکوٰۃ کے بارے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے تھی کہ جو لوگ کلمہ پڑھتے ہیں ان سے جنگ نہیں کی جاسکتی، جب کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا موقف تھا:

" وَاللَّهِ لَأُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الصَّلاَةِ وَالزَّكَاةِ، فَإِنَّ الزَّكَاةَ حَقُّ المَالِ، وَاللَّهِ لَوْ مَنَعُونِي عَنَاقًا كَانُوا يُؤَدُّونَهَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَاتَلْتُهُمْ عَلَى مَنْعِهَا- [2]

"اموال فے کی تقسیم کے متعلق حضرت ابو بکر کی رائے تھی کہ تمام مسلمانوں کو اس میں برابر کا حصہ دیا جائے۔ جب کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے تھی کہ جن لوگوں نے اسلام کے لیے قربانیاں دیں اور اسلام میں سبقت کی ان کے ساتھ ترجیحی سلوک کیا جائے۔" [3]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے درمیان کئی مسائل میں علمی و تحقیقی اختلافات تھے۔ ایک دن ایک شخص حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا کہ مجھے قرآن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پڑھایا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ کا نام سن کر حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ زارو قطار رو پڑے یہاں تک ان کا دامن تر ہو گیا اور کہا کہ مجھے بھی اسی طرح پڑھ کر سناؤ جس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو پڑھایا ہے، کیونکہ وہ اسلام کا ایک مضبوط قلعہ تھے جس میں داخل ہو کر کوئی نہیں نکل سکتا مگر ان کے انتقال سے وہ قلعہ ٹوٹ گیا ہے۔ [4]

1۔ العجلونی ، اسماعیل بن محمد بن عبد الهادي، كشف الخفاء ومزيل الإلباس ،قاہرہ:مکتبه القدسی،1351ھ: 1351 ھ- ، ج1: ص:66

2۔ بخاری،محمد بن اسماعيل ابو عبد الله۔ صحيح البخاري ۔ دار طوق النجاة, 1422ھ- ۔ كِتَابُ اسْتِتَابَةِ المُرْتَدِّينَ وَالمُعَانِدِينَ وَقِتَالِهِمْ،بَابُ قَتْلِ مَنْ أَبَى قَبُولَ الفَرَائِضِ، وَمَا نُسِبُوا إِلَى الرِّدَّةِ،ج: 9،ص:15،رقم 6925،6924:

3۔ ابو عُبيد القاسم بن سلاّم بن عبد الله ۔كتاب الأموال۔ بيروت: دار الفكر ۔ص:2802

4۔ محمد یوسف بن محمد الياس،حياة الصحابه، لبنان: بيروت ،مؤسسة الرسالة ، 1420 ھ ، ،ج:1،ص:412

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے مابین بہت سے مسائل میں اختلاف رائے پایا جاتا تھا، اس کے باوجود ان کا آپس میں طرز عمل مثالی تھا۔ ایک مرتبہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور خچر پر سوار ہوگئے، حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ نے احتراما خچر کی رکاب کو پکڑ لیا اور حضرت زیدؓ بن ثابت کے منع کرنے پر فرمایا کہ ہمیں علماء کا احترام کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ [1] حضرت زید بن ثابتؓ نے بھی ان کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور کہا کہ ہمیں بھی اہل بیت کے ساتھ محبت سے پیش آنے کا حکم دیا گیا ہے۔ جب حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ نے فرمایا: هكذا ذهاب العلم، لقد دفن اليوم علم كثير۔

دنیا سے علم اسی طرح رخصت ہوتا ہے، آج ہم علم کے بہت بڑے ذخیرے سے محروم ہوگئے۔ [2]

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان سیاسی اختلافات تھے جن کی بنیاد پر صفین کی سنگینی بھی ہوئی۔ اس کے باوجود دونوں حضرات ایک دوسرے کے اداب واحترام کا بہت خیال رکھتے تھے۔ ایک دن ضرار بن ضمرہ کنانی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو آپ نے کہا: يَا ضَرَّارُ، صِفْ لِي عَلِيًّا. انہوں نے کہا: أَعْفِنِي يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ. حضرت امیر معاویہ نے کہا نہیں آپ حضرت علی کی صفات بیان کریں تو وہ کہنے لگے اگر آپ سننا چاہتے ہیں تو پھر سنیے "حضرت علی ایک دور اندیش شخصیت مضبوط شجاعت کے مالک تھے، عدل کرتے تھے، ان کے اطراف واکناف میں علم کے چشمے پھوٹتے تھے، حکمت ان کے گرد چکر لگاتی تھی، اور آپ دنیا کی رنگینیوں سے دور رہ کر رات کو عبادت کرنے والے تھے۔ خدا کی قسم وہ بہت زیادہ روتے، دیر تک تفکرات میں مبتلا رہتے، وہ موٹا لباس پہنتے، دین داروں کی تعظیم کرتے، فقراء ومساکین سے محبت کرتے، خدا کی قسم بعض اوقات ان کو رات کے وقت دیکھا کہ اپنی داڑھی پکر کر زارو قطار ایسے روتے جیسے کسی بچھو نے ڈنگ مارا ہو اور غم زدہ آدمی کی طرح پھوٹ پھوٹ کر روتے، دنیا کو مخاطب کر کے کہتے کہ اے دنیا تو میرے پاس آرہی ہے۔ جا چلی جا میں تجھے تین طلاقیں دے چکا ہوں۔ عمر مختصر اور محفل حقیر وذلیل ہے۔ زادراہ کتنا قلیل، سفر طویل اور راستہ کتنا وحشت ناک ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ یہ سن کر زارو قطار روئے اور

1۔ علاء الدين علي بن حسام الدين ۔كنز العمال في سنن الأقوال والأفعال۔ مؤسسة الرسالة ، 1981ء ۔ ج: 13، ص:396، رقم: 37061

2۔ بیهقی ، احمد بن الحسین ابو بکر ۔ السنن الکبری ۔ بیروت : دار الكتب العلمية، 1424ء۔ بَابُ تَرْجِيحِ قَوْلِ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، ج:6، ص: 348، رقم:۱۲۱۹۷

فرمایا: رحم الله أَبَا الْحَسَنِ، كَانَ والله كذلك، اللہ ان پر رحم فرمائے، اللہ کی قسم وہ ایسے ہی تھے۔[1]

کسی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ جمل کے مخالفین کے بارے پوچھا: أَمُشْرِكُونَ هُمْ؟ آپ نے فرمایا: نہیں وہ شرک سے دور تھے۔ اس نے کہا کیا وہ منافق ہیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں إِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَذْكُرُونَ اللهَ إِلَّا قَلِيلًا اس کے بعد اس نے سوال کیا تو پھر وہ کیا ہیں؟ یعنی شرعی نقطہ سے ان کا ہمارے ساتھ کیا تعلق ہے؟ تو آپ نے فرمایا: إِخْوَانُنَا بَغَوْا عَلَيْنَا۔ وہ ہمارے بھائی ہیں جنہوں ہمارے خلاف بغاوت کی۔[2]

ائمہ و مجتہدین کے درمیان اختلاف رائے کے آداب

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد ائمہ و مجتہدین نے شرعی مسائل کی تشریح و تعبیر کرتے ہوئے عقلی و نقلی دلائل کی بنیاد پر ایک دوسرے سے اختلاف کیا۔ اسی اختلاف رائے کی وجہ سے مختلف فقہی مسالک کی بنیاد پڑی ۔ بعض اوقات ایک ہی مکتبہ فکر کے ائمہ نے ایک دوسرے سے علمی اختلافات کیے۔ مگر یہ اختلافات خالصتاً علمی و تحقیقی نوعیت کے تھے، ان میں کسی قسم کا ذاتی مفاد اور بغض و عناد کا دخل نہیں تھا۔ ہر مجتہد دوسرے کے لیے پیار و محبت، بھائی چارہ اور ادب و احترام کے جذبے سے سرشار تھا۔ شاہ ولی اللہ ائمہ و مجتہدین کے فقہی اختلافات پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

> "صحابہ و تابعین اور ان کے بعد ایسے ائمہ موجود تھے جن میں سے کچھ نماز میں بسم اللہ پڑھنے کے قائل تھے اور کچھ نہیں پڑھتے تھے، کچھ نماز میں قرات جہری کے قائل تھے اور کچھ سری قرات کرتے تھے، کچھ ایسے تھے جو نماز فجر میں قنوت پڑھتے تھے اور کچھ نہیں پڑھتے تھے، کچھ قے اور حجامہ کے بعد وضو کے قائل تھے اور بعض دوسرے قائل نہیں تھے، بعض کی رائے تھی کہ عورت کو ہاتھ لگانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے جبکہ بعض دوسروں کے نزدیک نہیں ٹوٹتا، ان میں سے کچھ کی رائے تھی کہ اونٹ کا گوشت کھانے اور آگ کو چھونے والی چیز سے وضو ٹوٹ جاتا ہے جبکہ بعض دوسرے کہتے ہیں کہ ان سے وضو نہیں ٹوٹتا۔"[3]

---

[1]۔ القرطبی ،ابو عمر یوسف بن عبد الله ، الاستیعاب في معرفة الأصحاب،بیروت :دار الجیل، ، 1412 ھ، ج:3،ص:1108

2۔ بیہقی ، السنن الکبری ۔ ج:8،ص:300،رقم: 16713

[3]۔ دھلوی،احمد بن عبد الرحیم شاہ ولی الله ۔ حجة الله البالغة ۔ لبنان : بیروت ، دار الجیل، 2005۔ص:270

ان اختلافات کے باوجود ان ائمہ و مجتہدین کے رویے ایک دوسرے کے ساتھ کیسے تھے؟ ذیل میں چند نظائر پیش کی جاتی ہیں۔

امام ابو حنیفہ سے امام شافعی کے فقہی اختلافات اس قدر زیادہ ہیں کہ انہوں نے اپنے الگ فقہی مسلک کی بنیاد رکھی جس کو فقہ شافعی کہتے ہیں۔ اس قدر کثیر علمی و فقہی اختلافات کے باوجود ان ائمہ نے کبھی بھی دوسرے امام کے پیچھے نماز پڑھنے سے منع نہیں کیا، بلکہ امام ابو حنیفہؒ کے اصحاب امام شافعی کے اور ان کے اصحاب مدینہ میں مالکیوں کے پیچھے نماز پڑھتے تھے۔ اور امام شافعی نے فجر کی نماز امام ابو حنیفہؒ کے مقبرے پر ادا کی تو اس میں قنوت نہ پڑھی حالانکہ ان کے ہاں فجر کی نماز میں قنوت پڑھنا سنت مؤکدہ ہے۔ جب آپ سے اس کے متعلق کہا گیا تو آپ نے فرمایا: میں امام ابو حنیفہ کے مقبرے پر حاضر ہو کر ان کی مخالفت کروں؟[1]

امام شافعی امام ابو حنیفہ کا متعلق فقہی مقام و مرتبہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں: النَّاسُ عِيَالٌ عَلَى أَبِي حَنِيفَةَ فِي الْفِقْهِ ۔ لوگ فقہ میں امام صاحبؒ کے محتاج ہیں۔[2]

لیث بن سعد کہتے ہیں: میں مدینہ میں امام مالک سے ملا اور کہا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ اپنے ماتھے سے پسینہ پونچھ رہے ہیں۔ انہوں نے کہا: ابو حنیفہؒ سے ملاقات کر کے میں پسینہ پسینہ ہو گیا تھا۔ اے مصری وہ واقعی بہت بڑے فقیہ ہیں۔ لیث کہتے ہیں اس کے بعد میں امام ابو حنیفہؒ سے ملا اور انہیں کہا: کہ اس شخص (امام مالک) نے آپ کے متعلق کیا ہی اچھی بات کہی ہے۔ اس پر امام ابو حنیفہؒ نے جواب دیا کہ میں نے ان سے زیادہ صحیح جواب دینے والا اور نقد کرنے والا تیز شخص نہیں دیکھا۔[3]

ائمہ تو جب کسی دوسرے امام کا نام بھی لیتے تھے تو اس میں بھی ادب واحترام نظر آتا تھا۔ امام شافعی کے بارے میں طہٰ فیاض لکھتے ہیں کہ امام شافعی جب امام احمد بن حنبل کے متعلق کوئی بات کرتے تو تعظیما ان کا نام نہیں لیتے تھے بلکہ کہتے: حدثنا الثقة من اصحابنا ۔ہمارے ثقہ نے ہمیں خبر دی، ہمارے ثقہ نے یہ روایت ہم سے بیان کی ہے۔[4]

1۔ شاہ ولی اللہ ۔ حجۃ البا لغہ۔ ج:1،ص:270

2۔ ذھبی، شمس الدين ابو عبد الله ۔مناقب الإمام ابی حنيفه وصاحبه، حيدر آباد دکن : لجنة إحياء المعارف النعمانية، 1408 ھ ۔ج:1،ص:30

3۔ طه جابر فياض۔ أدب الاختلاف في الإسلام۔ص:1234

4 ۔ ايضا ۔ص:132

امام احمد بن حنبل اور امام شافعی کے درمیان اختلافات کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ دونوں الگ الگ فقہ کے بانی ہیں۔ مگر اس کے باوجود امام احمد بن حنبل امام شافعی کے لیے کیا جذبات رکھتے تھے اس کے بارے میں امام قرطبی اپنی کتاب "الانتقاء" میں لکھتے ہیں کہ ایک دن امام احمد بن حنبل کے بیٹے نے اپنے والد سے کہا: شافعیؒ کون ہیں؟ ہم آپ کو ان کے لیے کثرت سے دعاء کرتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ امام احمدؒ نے جواب دیا: اے بچے! وہ دنیا کے لیے آفتاب کے مانند تھے، اور لوگوں کے لیے صحت وعافیت کے درجہ میں تھے، کیا تم دنیا کے اندر آفتاب اور صحت وعافیت کی ان سے بہتر نظیر بھی دیکھتے ہو؟۔[1] ائمہ و مجتہدین ایک دوسرے سے اختلاف رائے کرتے ہوئے بھی دوسرے کے لیے دعاؤں کے ساتھ ہی یاد کرتے تھے۔ امام احمد بن حنبل کا مسلک یہ ہے کہ پچھنہ لگانے اور نکسیر پھوٹنے سے وضوٹوٹ جاتا ہے، چنانچہ ان سے پوچھا گیا کہ اگر امام پچھنہ لگانے کے بعد وضو کیے بغیر نماز پڑھائے تو آپ اس کے پیچھے نماز پڑھ لیں گے؟ امام احمد بن حنبل نے کہا: کیا میں امام مالکؒ اور سعید بن المسیبؒ کے پیچھے نماز نہیں پڑھوں گا؟ (ان دونوں حضرات کا مسلک یہ ہے کہ پچھنہ لگانے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔[2]

یہ وہ ائمہ مجتہدین ہیں جن میں سے بعض فقہی مسلک کے بانی تھے اور بعض ایک ہی مسلک میں رہتے ہوئے ایک دوسرے سے اختلاف رائے رکھتے تھے۔ اس کے باوجود تمام ائمہ نے علمی اختلافات کو حدود قیود میں رکھتے ہو ئے ادب واحترام کو ملحوظ خاطر رکھا اور دین کی اصل روح کو اجاگر کیا۔

اختلاف رائے اور پاکستانی معاشرے کا المیہ

اجتہادی رائے کی بنیاد پر اہل علم کا ایک دوسرے سے اختلاف رائے کرنا درحقیقت لوگوں کے لیے آسانیاں تلاش کرنا ہے اور مسائل کا آسان حل پیش کر کے عامۃ الناس کے لیے نئی جہتوں کا تعین کرنا ہے۔ اگر کسی کے اختلاف رائے کے سبب لوگوں کی پریشانیوں میں مزید اضافہ ہو جائے اور دین پر عمل کرنا مزید پیچیدہ ہو جائے تو ایسے اختلاف رائے کی دین اسلام میں کوئی گنجائش نہیں۔ پاکستانی معاشرے میں کچھ ایسی ہی صورتحال پیدا کر دی گئی ہے۔ مختلف مسالک کے علماء جب ایک دوسرے سے فروعی مسائل میں اختلاف رائے کرتے ہیں تو اس میں تعصب کی بو نظر آتی ہے۔ مسائل کو حل کرنے کی بجائے مزید الجھادیا جاتا ہے اور لوگوں میں انتشار پیدا کرنے کی

1۔القرطبي ،ابو عمر يوسف بن عبد الله ۔ الانتقاء في فضائل الثلاثة الأئمة۔ بيروت: دار الكتب العلمية ت۔ن۔ ج:1،ص:74

2۔ شاہ ولی اللہ ،حجة البا لغه،ج:1،ص:270

کوشش کی جاتی ہے۔پاکستانی معاشرے میں اختلاف رائے کرنے کا یہ مطلب لیا جاتا ہے کہ دوسرے کے مؤقف کو سننا نہیں خواہ وہ کتنا ہی مضبوط و مستحکم دلیل پر مبنی ہو،اور اپنے مؤقف پر ڈٹے رہنا ہے خواہ وہ کتنا ہی کمزور ہو۔الغرض اس معاشرے میں اختلاف رائے کی صورت میں مضبوط و مستحکم عقلی و نقلی دلائل کی بجائے شخصیت پرستی پر زیادہ زور دیا جاتا ہے۔نبی اکرم ﷺ نے اسی فتنے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"حُبُّكَ لِلشَّيْءِ يُعْمِي وَيُصِمُّ" [1]

"کسی شے کی محبت انسان کو اندھا اور بہرہ بنا دیتی ہے۔"

امام ابو حنیفہؒ سے اختلاف رائے رکھنے والوں نے اپنا الگ فقہی مسلک نہیں بنایا۔اسی طرح فقہ مالکی،فقہ شافعی اور فقہ حنبلی کے پیروکاروں نے نہ تو ان شخصیات کی آراء کو اتنی اہمیت دی کہ ان سے اختلاف رائے رکھنے والوں کو دائرہ اسلام سے ہی خارج کر دیا ہو،اور نہ ہی ان ائمہ سے اختلاف رائے رکھنے والوں نے بعد میں اپنے ناموں سے منسوب نیا فقہی مذہب بنایا۔یہی دین اسلام کی اصل روح ہے کہ فروعی مسائل میں اختلافات رکھنے والے کل حضرات ایک دوسرے کی علمی اہمیت کو نہ صرف تسلیم کریں بلکہ ان کی مدلل رائے پر عمل بھی کریں۔پاکستانی معاشرے کا ایک اور بڑا المیہ یہ ہے کہ اختلاف رائے رکھنے کو نہ صرف مسلک سے بلکہ بعض اوقات دائرہ اسلام سے بھی خارج کر دیا جاتا ہے۔حالانکہ کسی مسلمان کو دائرہ اسلام سے خارج کرنا بہت بڑا جرم ہے جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

"مَنْ دَعَا رَجُلًا بِالْكُفْرِ، أَوْ قَالَ عَدُوُّ اللهِ وَلَيْسَ كَذَلِكَ إِلَّا حَارَ عَلَيْهِ" [2]

"جس نے کسی آدمی کو کفر کے ساتھ پکارا یا اللہ کا دشمن کہا اور وہ ایسا نہ ہو تو یہ کلمہ کہنے والے کی طرف لوٹ آئے گا۔"

مختلف فقہی مسالک سے تعلق رکھنے والوں نے ایک دوسرے سے اجتہادی آراء کی بنیاد پر اختلاف رائے کیا مگر کسی نے ان کو اپنے مسلک سے خارج نہیں کیا اور نہ ہی کبھی کسی مجتہد نے اختلاف رائے کی بنیاد پر کسی پر خارج از اسلام ہونے کا فتویٰ لگایا۔اگر اختلاف رائے کی وجہ سے یہ لوگ کسی کو اپنے مسلک سے نکالتے تو آج امام ابو یوسفؒ،امام محمدؒ اور امام زفرؒ فقہ حنفی میں کہیں نظر نہ آتے۔اس کے علاوہ وہ تمام فقہاء احناف جنہوں اپنے اکابر سے

---

[1]۔ ابن ابی شیبہ ابو بکر بن ابی شیبۃ ۔،سند ابن أبي شيبة ۔ رياض :دار الوطن، 1997م ،ج:1،ص:57،رقم:49

2۔ مسلم بن حجاج، صحیح المسلم۔ كِتَابُ الْإِيمَانَ، بَابُ بَيَانِ حَالِ إِيمَانِ مَنْ رَغِبَ عَنْ أَبِيهِ وَهُوَ يَعْلَمُ، ج:1،ص:79،رقم: 61

اجتہادی اختلافات کیے اور ان کی آراء کے برعکس اجتہادی آراء کا اظہار کیا، فقہ حنفی میں ان کا کوئی ذکر نہ ہوتا۔ مگر اس میں کوئی شک نہیں کہ ان تمام اکابر علماء وفقہاء کے باہمی اختلافات ہونے کے باوجود بھی وہ فقہ حنفی کے ائمہ میں شمار ہوتے ہیں۔ لہذا اجتہادی رائے کی بنیاد پر اختلاف رائے رکھنے والے کے بارے کبھی ایسا فتویٰ نہیں دینا چاہیے جس سے ایمان وکفر کا مسئلہ پیدا ہو جائے۔ امام قرطبی اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اپنی کتاب "جامع بیان العلم وفضلہ" میں لکھتے ہیں: یحی بن سعید کہتے ہیں:

"مَا بَرِحَ الْمُسْتَفْتُونَ يُسْتَفْتَوْنَ فَيُحِلُّ هَذَا وَيُحَرِّمُ هَذَا فَلَا يَرَى الْمُحَرِّمُ أَنَّ الْمُحَلِّلَ هَلَكَ لِتَحْلِيلِهِ وَلَا يَرَى الْمُحَلِّلَ أَنَّ الْمُحَرِّمَ هَلَكَ لِتَحْرِيمِهِ" [1]

"فتویٰ دینے والوں سے مختلف فتاویٰ ومسائل کے سوالات ہمیشہ ہوتے رہے ہیں اور وہ جواب بھی دیتے رہے ہیں۔ کسی نے ایک چیز کو حلال قرار دیا تو دوسرے نے اسی کو حرام قرار دیا۔ لیکن حرام کہنے والے نے یہ کبھی نہیں کہا کہ حلال قرار دینے والا اس وجہ سے تباہ ہو گیا اور نہ حلال کا فتویٰ دینے والے نے یہ کہا حرام کہنے والا اس وجہ سے برباد ہو گیا۔"

پاکستانی معاشرے میں یہ ایک المیہ یہ بھی ہے کہ اختلاف رائے رکھنے والے کو نفرت بھری نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے، اور ادب واحترام کو بالائے طاق رکھا جاتا ہے۔ اسلاف میں جب کوئی مجتہد اپنے استاد سے اختلاف رائے کرتے ہوئے اس سے مضبوط دلیل دیتا تو استاد خوشی محسوس کرتا اور اپنے شاگرد کو داد دیتا، کیونکہ ان میں ذاتی تعصب نام کی کوئی شے نہ تھی، اور نہ ہی کوئی دنیوی منفعت کے حصول کا لالچ تھا۔

پاکستانی معاشرے میں ہم آہنگی پیدا کرنے کے اقدامات

پاکستان ایک ایسا معاشرہ ہے جہاں مسلکی وابستگی میں کافی حد تک شدت پسندی پائی جاتی ہے۔ لوگ اپنے مسلک کے خلاف کسی قسم کی بات سننے کو تیار نہیں اور نہ ہی اپنے مذہبی امام وپیشوا کی رائے کے خلاف کسی رائے کو قبول کرنے کو تیار ہیں۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے ان کی تربیت مذہبی شدت پسندی کے ماحول میں ہوئی ہے، ان کے نزدیک امام ومذہبی پیشوا ہی سب کچھ ہے اس کی وجہ یہ ہے قرآن وحدیث کے علم سے ناآشنا ہیں اور سارا انحصار اپنے امام ومذہبی پیشوا پر کرتے ہیں۔ حالانکہ لوگوں کو یہ بات بتانی چاہیے کہ اجتہادی رائے کی بنیاد پر اختلاف رائے رکھنا صواب وخطا کا مسئلہ ہے نہ کہ ایمان وکفر کی جنگ۔ تمام ائمہ مذاہب نے اپنی فقہ کے اصول

1۔ قرطبي ، ۔جامع بيان العلم وفضله۔ ج:2،ص:902،رقم:1691

و قوانین وضع کرتے ہوئے اس بات کو واضح کیا ہے کہ اگر ان کی کوئی رائے قرآن و سنت خلاف پائی جائے تو اس پر قطعاً عمل نہ کیا جائے بلکہ اسے اٹھا کر دیوار پے مار دو۔ لہذا فقہی مسائل میں علمی و تحقیقی بنیادوں پر اختلاف رائے ہونے کی صورت میں صحابہ کرام اور ائمہ و مجتہدین کے طرز عمل کی روشنی میں پاکستانی معاشرے میں بالخصوص اور امت مسلمہ میں بالعموم مسلکی شدت پسندی میں کمی کرنے اور مختلف مسالک کے مابین ہم آہنگی پیدا کرنے کے لیے درج ذیل اقدامات اٹھائے جاسکتے ہیں۔

متفق علیہ مسائل زیادہ تر زیر بحث لائے جائیں

شریعت اسلامیہ میں جہاں بعض فروعی مسائل مختلف فیہ ہیں تو وہاں اکثر مسائل متفق علیہ بھی ہیں۔ لہذا اہل علم اپنی علمی مجالس میں اور اپنے تلامذہ کے سامنے زیادہ اختلافی مسائل زیر بحث لانے کی بجائے ایسے مسائل زیادہ تر زیر بحث لائیں جو مختلف فقہی مسالک و مکاتب کے درمیان متفق علیہ ہیں۔ مگر بدقسمتی سے ہمارے معاشرے میں معاملہ اس کے بالکل الٹ ہے۔ اختلافی مسائل میں اتنی شدت آچکی ہے اور یوں محسوس ہوتا ہے کہ مختلف مکاتب میں ہر مسئلہ میں اختلاف ہے اور ان کا ایک دوسرے کے قریب آنے کا کوئی امکان نہیں۔ مثلاً آج یہ مسائل تو زیر بحث آتے ہیں کہ آمین بلند آواز سے کہی جائے یا آہستہ، بسم اللہ پڑھنی چاہیے یا نہیں، ہاتھ کہاں باندھنے چاہیے، تراویح کی تعداد آٹھ ہے یا بیس، اور یہ کہ خون کا بہنا ناقض وضو ہے یا نہیں۔ ان مسائل پر زور دینے کی بجائے لوگوں کو نماز کی اہمیت کے بارے آگاہی دی جائے، تارک نماز کی سزا کیا ہے اور یہ کتنا بڑا جرم ہے ، اس کے متعلق لوگوں بتایا جائے۔ دین کے اصولی مسائل پر زیادہ زور دیا جائے، مستحب اعمال کو فرائض پر ترجیح نہ دی جائے اور مختلف فیہ مسائل کو بھی احسن انداز میں لوگوں کے سامنے پیش کیا جائے۔ قرآن نے بھی ایسی صورتحال میں اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے عیسائیوں کے ساتھ ایسے مسائل پر بات چیت کرنے کی دعوت دی ہے جو متفق علیہ ہیں اگرچہ ان کا مذہب مسلمانوں سے بالکل الگ تھلگ ہے۔ اس کے باوجود قرآن نے فقط ایک نکتہ پر ان سے بات چیت کرنے کا حکم دیا جو ان کے اور مسلمانوں کے درمیان متفق علیہ ہیں۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿ قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ ﴾ [1]

---

[1] ۔ آل عمران 62:3

"آپ فرمادیں: اے اہل کتاب! تم اس بات کی طرف آجاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے، (وہ یہ) کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کریں گے اور ہم اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے اور ہم میں سے کوئی ایک دوسرے کو اللہ کے سوا رب نہیں بنائے گا۔"

قرآن غیر مسلموں سے بات کرتے متفق علیہ مسائل زیر بحث لانے کی بات کرتا ہے تاکہ ان کو اسلام کے قریب لایا جائے۔ کیا وجہ ہے جب مسلمان جو ایک خدا پر یقین رکھنے والے ہیں ایک قرآن کو مانتے ہیں اور ایک رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتے ہیں، اس کے علاوہ تقریبا تمام اصولی مسائل میں اتفاق کرتے ہیں مگر جب بحث ہوتی ہے تو اختلافی مسائل ہی زیر بحث آتے ہیں۔ متفق علیہ مسائل کے متعلق لوگوں آگاہی نہیں دی جاتی، قرآن وسنت کی بجائے اپنے امام کی بات کو ترجیح دی جاتی ہے۔ جس کے نتیجے میں لوگوں میں متشدد رویے پیدا ہوتے ہیں، لوگ پبلک مقامات پر بھی ایسے اختلافی مسائل کو ہی زیر بحث لائیں لاتے ہیں کیونکہ انہوں نے ان مسائل کے علاوہ نہ کبھی کچھ سنا ہے اور نہ کبھی پڑھا ہے۔ لہذا ضرورت اس امر کی ہے اپنے دل ودماغ میں وسعت پیدا کرتے ہوئے لوگوں کے سامنے دین اسلام کے متعلق صحیح تصور اجاگر کیا جائے اور لوگوں کو اختلافی مسائل کی بجائے متفق علیہ مسائل کی تلقین کی جائے۔ اختلافی مسائل فقط اہل علم مجتہدین تک محدود ہونے چاہیں۔ عوامی سطح پر ایسے مسائل کو پذیرائی نہ دی جائے۔ اس کے علاوہ اختلاف رائے فقط فروعی مسائل میں ہی ہوسکتا ہے وہ بھی قرآن وسنت کی حدود میں رہتے ہوئے، ہر مسئلہ کو اختلافی مسئلہ نہیں سمجھنا چاہیے۔

ترجیحات کے تعین میں مثبت پہلو کا انتخاب

ہمارے معاشرے میں دین اسلام کی تشریح کرتے ہوئے ترجیحات کا انتخاب درست نہیں کیا جاتا۔ بدقسمتی سے اختلاف رائے کا مطلب یہ لیا جاتا ہے کہ دوسرا غلط ہے اور میرا موقف درست ہے، یعنی منفی اختلاف رائے کو پروان چڑھایا جاتا ہے۔ جبکہ شریعت اسلامیہ میں جب دو چیزوں میں کسی ایک کا انتخاب کیا جائے تو بہتر سے بہترین کے اصول کو مد نظر رکھا جائے۔ صحابہ کرام کی زندگیوں سے یہی درس ملتا ہے کہ انہوں نے جب بھی دین کے معاملے میں بات چیت کی تو بہتر سے بہترین کے اصول کا لحاظ رکھا۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تو افضل چیز کے متعلق پوچھا۔ حضرت عبداللہ کہتے ہیں میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ أَيُّ الْأَعْمالِ أَفْضَلُ؟[1]

[1]۔ مسلم ۔ صحیح المسلم ،بیروت ،دار احیاء التراث العربی،ج:1،ص:90رقم:85

اسی طرح ایک اور صحابی جب سوال کرتا ہے تو کہتا: أَيُّ الْأَعمال أَفْضَل؟[1] حضرت ابو موسیٰ اشعری کہتے ہیں: یا رسول اللہ، أَيُّ الإسْلاَم أَفْضَلَ؟ [2] ایک شخص نے کہا: أَيُّ اَلإسْلاَم خَيْر؟ [3] کبھی کسی نے سوال کیا تو پوچھا "أَيُّ الْعَمَل أَحَبُّ إلَيْكَ؟":[4] اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قسم کے سوالات یہ پیغام دے رہے ہیں کہ دین اسلام کے متعلق ہمیشہ بہتر سے بہترین کے اصول کو اپنایا جائے اور کبھی کسی موقع پر بھی منفی سوچ نہ رکھی جائے۔

اختلاف رائے کا حق فقط اہل علم کو ہونا چاہیے

دینی معاملات کو اگر اہل علم ہی کے درمیان رکھا جائے اور عامۃ الناس کو ایسے اختلافی مسائل کو زیر بحث لانے کی اجازت نہ دی جائے تو کافی حد تک معاشرے کا امن بحال ہو سکتا ہے۔ چوک وچوراہوں پر بیٹھ کر اختلافی مسائل پر بحث کرنے اور کافر ومشرک کے فیصلے کرنے سے معاشرے میں امن قائم نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا اہل علم کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ ایسے لوگوں کو بحث ومباحثہ کی اجازت نہ دیں جو دینی معاملات سے بے خبر ہیں۔ دین کے معاملات کے متعلق جب جہلاء فتوی دینا شروع کر دیں تو معاشرہ تباہی کی طرف چلا جاتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ لاَ يَقْبِضُ العِلْمَ انْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ مِنَ العِبَادِ،وَلَكِنْ يَقْبِضُ العِلْمَ بِقَبْضِ العُلَمَاءِ،حَتَّى إِذَا لَمْ يُبْقِ عَالِمًا اتَّخَذَ النَّاسُ رُءُوسًا جُهَّالًا، فَسُئِلُوا فَأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ، فَضَلُّوا وَأَضَلُّوا- [5]

"اللہ تعالیٰ بندوں سے یک لخت علم کو سلب نہیں کرے گا؛ بلکہ علماء کو موت دے کر علم کو اٹھائے گا یہاں تک کہ جب کوئی عالم باقی نہیں رہے گا تو لوگ اپنا پیشوا جاہلوں کو بنالیں گے، پس ان سے سوال کیا جائے گا وہ بھی بلا علم فتویٰ دیں گے، نتیجتاً خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔"

ابو حسن کہتے ہیں کہ میں نے ابو جعفر شامط القطیعی سے کہتے ہوئے سنا ہے:

1۔ دارمی، ،سنن الدارمی،الناشر العربيه السعوديه، لطبعة: الأولى، 1412 ھ ، ج: 2،ص:892،رقم۔:1464

2۔ ۔ بخاری ۔ ،صحیح البخاری ۔ كِتَابُ الإِيمَانِ ، بَابٌ: أَيُّ الإِسْلاَمِ أَفْضَلُ ،ج:1،ص:11،رقم:11

3۔ بخاری، صحیح البخاری، كِتَابُ الإِيمَانِ ، بَابٌ: إِطْعَامُ الطَّعَامِ مِنَ الإِسْلاَمِ، ج:1،ص:12،رقم 12

4۔ علی بن الجعد، مسند ابن الجعد، بیروت: مؤسسة نادر 1410 ،ج:1،ص:253،رقم1678

5۔ بخاری ،صحیح البخاري،، كتاب العلم، باب كيف يقبض العلم ،ج:1،ص:31،رقم: 100

"میں ابو عبد اللہ (احمد بن حنبل) کے پاس آیا اور کہا کیا ماء نورہ (ایسا پانی جس میں کیمیائی مواد شامل ہو) سے وضو کرتے ہیں؟ احمد بن حنبل نے فرمایا مجھے پسند نہیں پھر میں نے کہا کیا آب باقلا (جڑی بوٹیوں کا نچوڑ) کے پانی سے وضو کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا مجھے یہ پسند نہیں۔ پھر میں نے کہا کیا آپ گلاب کے پانی سے وضو کرتے ہیں؟ امام احمد بن حنبل نے کہا: مجھ کو یہ پسند نہیں۔ وہ نوجوان کہتا ہے کہ اس کے بعد میں وہاں سے جانے کے لیے اٹھا تو آپ نے میری قمیض پکڑ لی اور فرمایا: جب تو مسجد میں داخل ہوتا ہے تو کیا پڑھتا ہے اور جب باہر نکلتا ہے تو کیا پڑھتا ہے؟ میں دونوں سوالوں کے جواب میں خاموش رہا تو آپ نے فرمایا: اذھب فتعلم ھذا جاؤ اور یہ سب سیکھو۔ [1] یعنی اختلاف کرنے سے پہلے اپنے آپ کو اس قابل بناؤ کہ علماء کی مجالس میں بات کر سکو۔ اگر دین کے بنیادی مسائل سے آگاہی نہ ہو اور اپنے آپ کو عقل کل ظاہر کرنے سے معاملات مزید الجھیں گے۔"

اختلاف اور مخالفت میں فرق روا رکھا جائے

اختلاف رائے کا مطلب یہ ہے کہ دلیل کی بنیاد پر دوسرے اہل علم کے نقطہ نظر سے فرق کرنا جبکہ مخالفت کا اطلاق وہاں ہو گا جہاں ذاتی منشاء آڑے آتی ہے اور مقصد ذاتی تشہیر کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ لہذا قرآن نے ایسی مخالفت کی مذمت کی ہے:

﴿ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ [2]

پس وہ لوگ ڈریں جو رسول اللہ ﷺ کے امر کی خلاف ورزی کر رہے ہیں کہ انھیں کوئی آفت آ پہنچے گی یا (آخرت میں) ان پر دردناک عذاب آن پڑے گا۔

اس آیت میں ایسے اختلاف رائے سے ڈرایا گیا ہے جس کا مقصد نافرمانی اور شریعت اسلامیہ کی حدود کی خلاف ورزی ہے. اس کے برعکس قرآن نے علمی و تحقیقی اختلاف رائے کو اہمیت دی ہے۔ جیسا کہ ارشاد رباری ہے:

---

[1] ۔ا بو الحسين ابن ابی یعلی، محمد بن محمد ۔ طبقات الحنابلة ۔ بيروت :دار المعرفة ، ج:1،ص:411

2۔ النور 63:24

﴿وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوْا فِيْهِ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾ [1]

"اور ہم نے آپ کی طرف کتاب نہیں اتاری مگر اس لیے کہ آپ ان پر وہ (اُمور) واضح کر دیں جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں اور (یہ کتاب) ہدایت اور رحمت ہے اس قوم کے لیے جو ایمان لے آئی ہے۔"

مولانا ارشاد اعظمی نے اختلاف اور خلاف کے درمیان فرق کرتے ہوئے لکھا ہے:

- اختلاف دلیل کی بنیاد پر ہوتا ہے اور جہاں دلیل نہ ہو وہ مخالفت ہوتی ہے۔
- راستے جدا مگر مقصد ایک ہو تو اختلاف کہلاتا ہے اگر راستے اور مقاصد دونوں جدا جدا ہوں تو مخالفت کہلاتی ہے۔
- اختلاف رائے رحمت خداوندی کا سبب بنتی ہے جب کہ مخالفت خدا کے عذاب کو دعوت دیتی ہے۔
- اختلاف کی صورت میں حاکم کا حکم منقوض ہوگا جب کہ مخالفت کی صورت میں نہیں ہوگا۔ [2]
- اختلاف رائے کرتے ہوئے کبھی بھی افراط و تفریط کا شکار نہیں ہونا چاہیے یعنی نہ تو اپنے امام و پیشوا کی محبت میں اتنا آگے نکل جائیں کہ دوسرے کی حقیقت پر مبنی مدلل گفتگو بھی غلط نظر آئے اور اپنے امام کی معمولی بات کو بھی قرآن و سنت کے برابر درجہ دیا جائے۔لہذا ہر معاملے میں ہمیں شریعت اسلامیہ نے اعتدال پسندی کا درس دیا ہے اور افراط و تفریط سے بچنے کا حکم دیا ہے۔

عصری مسائل اور اجتماعی نقطۂ نظر

تغیر زمانہ کے ساتھ لوگوں کے حالات وواقعات میں تبدیلی رونما ہوتی رہتی ہے۔اس کی ایک وجہ سائنس کی ترقی کی بدولت نت نئی ٹیکنالوجی کا روزمرہ زندگی میں استعمال ہے۔جس کی وجہ سے لوگوں کی ضروریات زندگی میں بھی فرق آجاتا ہے اور نئے نئے مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ان جدید مسائل میں سے تجارت اور کاروبار کے مسائل،لوگوں کے علاج معالجہ کے مسائل،نکاح وطلاق کے مسائل اور عبادات میں نئے پیش آمدہ مسائل وغیرہ

---

[1]۔ النحل 64:16

2۔ اختلافات ائمہ کی شرعی حیثیت،فقہ اسلامی کا بارہواں سمینار فروری 2000ء،ایفا بپلیکشنز ، نئی دہلی ،اشاعت فروری 2011ء،ص28

قابل ذکر ہیں۔ جدید مسائل میں مشاورتی عمل کو اہمیت دی جائے، اور مختلف مکاتب فکر کے علماء مل کر ان مسائل کے متعلق حتمی لائحہ عمل ترتیب دیں تاکہ اجتماعیت کو فروغ دیا جاسکے۔ شریعت اسلامیہ میں مشاورتی عمل کو بہت زیادہ اہمیت دی گئی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے اہل علم کو مشاورتی عمل کے ذریعے مسائل کے حل پر زور دیا ہے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تُشَاوِرُونَ الْفُقَهَاءَ وَالْعَابِدِينَ ،وَلَا تُمْضُوا فِيهِ رَأْيَ خَاصَّةٍ [1]

مشاورتی عمل سے عصر حاضر کے جدید مسائل کا حل پیش کرنے کی ضرورت ہے مثلاً آج دنیا بھر میں "حلال فوڈ" کی طلب میں بہت زیادہ اضافہ ہو رہا ہے، خصوصاً ایسے ممالک جہاں مسلمان بطور اقلیت کے زندگی گزار رہے ہیں، ان کے لیے حلال فوڈ کے تعین میں پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس کی وجہ یہ کہ شوافع کے نزدیک سمندر کے تمام جانور جائز ہیں، جبکہ احناف کے نزدیک فقط مچھلی کی تمام اقسام کے علاوہ باقی جانور حرام ہیں۔ اگر اس مسئلہ میں اجتماعی نقطہ نظر نہ اپنایا گیا تو دنیا میں دین اسلام کے متعلق اچھا تاثر نہیں جائے گا اور مسلمانوں کو پریشانی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ جب ائمہ مجتہدین ہی آپس میں متفق نہیں ہوں گے تو لوگوں کی کشمکش میں اور اضافہ ہو گا اور شریعت اسلامیہ کے متعلق لوگ شکوک وشبہات کا شکار ہوں گے۔ دوسرا اہم مسئلہ ختم نبوت کا ہے، جس طرح تمام مکاتب فکر کے ائمہ و مجتہدین نے بلاتردد اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ ختم نبوت کا منکر بلاشک وشبہ کافر و مرتد ہے اور ان کا دین کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ لہٰذا اسی اصول کو سامنے رکھتے ہوئے قادیانی متفقہ طور پر کافر قرار پائے ہیں، اس مسئلہ میں کسی کا کوئی اختلاف رائے نہیں۔

خاندانی منصوبہ بندی عصر حاضر کا ایک اہم مسئلہ ہے، مختلف اسلامی ممالک میں جن خصوصاً پاکستان بھی شامل ہے، بعض اہل علم دانشور کی رائے ہے کہ ملکی معاشی صورتحال کو مدنظر رکھتے ہوئے لوگوں میں یہ شعور بیدار کیا جانا چاہیے کہ بچے کم سے کم پیدا کیے جائیں۔ اس مقصد کے لیے وہ مختلف اہداف مقرر کرتے ہیں، لوگوں کے لیے آگاہی مہم چلاتے ہیں، بچوں کی پیدائش میں وقفے کے مختلف طریقے اپنانے کی تلقین کرتے ہیں۔ جدہ اکیڈمی کے ائمہ وماہرین نے 10-15 دسمبر 1988ء کو ایک اجلاس کیا جس میں خاندانی منصوبہ بندی کے متعلق درج ذیل فیصلے کیے گئے۔

1- کوئی ایسا قانون نافذ کرنا جائز نہیں جو میاں بیوی کی آزادئ تولید پر پابندی لگائے:

[1] ۔ طبرانی، سلیمان بن احمد بن ایوب شامی، المعجم الأوسط،الناشر قاہرہ، دار الحرمین، ج:2،ص:172،رقم:1618

2-شرعی تقاضوں کے بغیر زوجین کے درمیان قوت تولید کو ختم کرنا جیسا کہ بانجھ پن وغیرہ، ایسا فعل حرام کے زمرے میں آئے گا۔

3-حمل کو روکنے کے لیے وقتی تدابیر اختیا کرنا جب کہ معتبر شرعی ضرورت درکار ہو، اور بشرطیکہ وہ میاں بیوی کی باہمی رضامندی سے کیا گیا ہو تو وہ جائز ہے۔ (1)

گویا اس مسئلہ پر تمام ائمہ کا اتفاق ہے کہ خاندانی منصوبہ بندی اگر بذریعہ قانون کرائی جائے، جس میں میاں بیوی کی آزادی پر پابندی لگائی جائے تو یہ ہر گز جائز نہیں۔ اگر میاں بیوی اپنی رضامندی سے وقتی طور پر حمل کو روکنا چاہتے ہوں اور شرعی ضرورت بھی درکار ہو تو یہ جائز ہو گا۔ جس طرح ان مسائل میں متفق علیہ آراء سامنے آئی ہیں اگر اسی طرح دیگر مسائل میں بھی اجتماعی نقطہ نظر پیش کیا جائے تو معاشرے میں نفرتوں کا قلع قمع ہو جاتا ہے۔

اختلاف کی صورت میں حتمی فیصلہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا۔

قرآن نے جہاں اختلاف رائے کی اجازت دی ہے وہاں اس کے اصول و قوانین کی بھی متعین کیے ہیں جن پر عمل پیرا ہو کر ہی کوئی حتمی رائے قائم کی جاسکتی ہے۔ قرآن کے قائم کردہ اصول کے مطابق اگر کسی مسئلہ میں تمھارا اختلاف ہو جائے تو حتمی فیصلہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کے مطابق ہونا چاہیے۔ قرآن وسنت کے مقابلے میں کسی کی رائے کو اہمیت نہیں دی جاسکتی خواہ وہ کسی بھی امام کی ہو۔ اسی سلسلہ میں امام ابو حنیفہ کے متعلق خطیب بغدادی ایک روایت نقل کرتے ہیں کہ امام صاحب اپنی رائے کے متعلق کہتے ہیں:

قولنا هذا رأي، وهو أحسن ما قدرنا عليه، فمن جاءنا بأحسن من قولنا فهو أولى بالصواب منا۔ (2)

"وہ میرا یہ قول میری رائے ہے اور وہ میرے خیال کے مطابق بہتر رائے ہے۔ اگر کوئی میرے قول سے بہتر رائے لے آئے تو وہ میرے نزدیک زیادہ صحیح ہو گی۔"

اسی طرح امام شافعی کہتے ہیں: جب میں کوئی قول کہوں اور نبی اکرم ﷺ کا فرمان میرے قول کے خلاف ہو تو میرے قول کی ہر گز تقلید نہ کرنا۔ اسی طرح کا قول امام الحرمین نے نقل کیا ہے کہ امام شافعی کہتے ہیں: جب تمھارے پاس کوئی صحیح حدیث پہنچے جو میرے مذہب کے خلاف ہو میرے مذہب کی مخالفت کرنا اور حدیث کی

1۔ جدہ اکیڈمی انٹرنیشل، مترجم، محمد فہیم اختر ندوی، شرعی فیصلے، ایفا پبلیکیشنز: 2012ء، ص: 161

2۔ خطیب بغدادی۔ تاریخ بغداد۔ ج: 15 ص: 473

پیروی کرنا۔[1]

اسی طرح قرآن کا واضح حکم ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا﴾[2]

"اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول ﷺ کی اطاعت کرو اور اپنے میں سے (اہل حق) صاحبان اَمر کی، پھر اگر کسی مسئلہ میں تم باہم اختلاف کرو تو اسے (حتمی فیصلہ کے لیے) اللہ اور رسول ﷺ کی طرف لوٹا دو اگر تم اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو، (تو) یہی بہتر اور انجام کے لحاظ سے بہت اچھا ہے۔"

قرآن نے واضح پیغام دے دیا کہ رائے وہی قبول کی جائے گی جو قرآن وسنت سے متصادم نہ ہو اور اگر کسی مسئلہ میں حتمی فیصلہ کرنا مشکل ہو تو پھر بھی قرآن وسنت کو مرکز و محور بنانا ہو گا۔

اس آیت کی تشریح میں شاہ ولی اللہ کہتے ہیں: تنازع کی صورت میں اللہ نے جائز قرار نہیں دیا کہ قرآن وسنت کے علاوہ کسی اور بات کی طرف رجوع کریں۔ صحابہ کرام، تابعین اور تمام ائمہ و مجتہدین کا بھی اسی بات پر اجماع ہے۔ امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے اقوال ہیں کہ قرآن وسنت کے خلاف ان کے اقوال کو ترک کر دیا جائے۔ شاہ صاحب کہتے ہیں قرآن وسنت کے خلاف کوئی بات ہو تو ان تمام ائمہ نے اس کی تقلید سے منع کیا ہے۔ هَؤُلَاءِ الْفُقَهَاء كلهم قد نهوا عَن تقليدهم-[3]

یہ وہ اصول و قوانین ہیں جن پر عمل پیرا ہو کر ہم پاکستانی معاشرے میں ہم آہنگی اور امن قائم کر سکتے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے پاکستانی معاشرے میں بالخصوص اس بات کو اجاگر کرنے کی ضرورت ہے کہ شخصی رائے کی قرآن وسنت کے مقابلے میں کوئی اہمیت نہیں ہوتی اور ہر مسئلہ کو پرکھنے کا معیار ہمیشہ قرآن وسنت ہونا

[1]۔ شاہ ولی اللہ، عقد الجید، ص:22

[2]۔ النسآء 59:4

[3]۔ شاہ ولی اللہ، عقد الجید، ص:14

چاہیے۔ائمہ و مجتہدین کو بھی چاہیے کہ وہ اپنے سلف کی تقلید کرتے ہوئے اپنی رائے کو حتمی رائے قرار دینے کی بجا ئے قرآن و سنت کے ساتھ مشروط کریں۔عامۃ الناس میں دین کی اصل روح کو اجاگر کریں،دین بطور محبت اور امن کے طور پر لوگوں کے سامنے پیش کریں۔اختلاف رائے کو کفر و شرک کی طرف نہ لے کر جائیں،لوگوں کو منتشر کرنے کی بجائے مجتمع کریں اور نفرتوں کے بیج بونے کی بجائے محبت کا درس عام کریں۔